حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

انبیاء اور فرشتوں کی فراست ۔ دُنیا کا سب سے پہلا مفصل معاہدہ ''اقوامِ متحدہ'' کی مدینہ منورہ پر چڑھائی ۔ کفار کی سیاسی اور فوجی شکست اقدامی جہاد ۔ حضرت سعدؓ کا جنازہ ہلکا ہونے کی وجہ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 51 سائیڈ B　13-09-1985)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ نقل کرتے تھے کہ حضرتِ سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جب اُٹھایا گیا تو وہ بہت ہلکا تھا۔ تو جو منافقین تھے وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ نکتہ چینی کرتے ہی رہتے تھے۔ اِنہوں نے کہا کہ یہ تو بہت ہی ہلکا جنازہ تھا۔ اَب کفار کے یہاں جنازے بھاری کس وجہ سے ہوجاتے تھے اور بھاری کو وہ کیوں پسند کرتے تھے اِس کی کوئی معین وجہ تو نہیں ہے۔ البتہ ان کا دستور تھا کہ جو میت کا مال ہوتا تھا وہ بھی ساتھ لے جاتے تھے قبرستان تک۔ وہ مال ساتھ میں رَکھ دیتے ہوں گے تو وہ بھاری ہوجاتا ہوگا۔ تو اِسلام میں یہ طریقہ نہیں ہے۔ یا یہ ہے کہ وہاں واقعی اَثرات پڑتے ہیں جنازے کے بھاری اور ہلکے ہونے میں، کہ گناہوں کی وجہ سے بھاری، گناہ کم ہوں تو کم بوجھ۔ بہرحال اُنہوں نے ایک بات بلا وجہ کی اُڑادی اور اُس میں پھر یہ ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں کو پتہ نہیں ہے یا جن لوگوں نے کوئی بات پُرانی سن رکھی ہے اُس کے مطابق

اُن کے اپنے اپنے پریشان کُن خیالات دوڑنے شروع ہوجاتے تھے، اور پریشان کُن خیالات اپنی ذات کے بارے میں ہوں، گھر والوں کے بارے میں ہوں، تجارت کے بارے میں ہوں، دُنیا کے بارے میں ہوں یا دین کے بارے میں ہوں، اُن سے پریشان ہوتا ہے انسان۔ منافقین کی یہ بات کہنے کی وجہ کیا تھی اُن کے جنازے کے بارے میں؟ وہ برائی کیوں ثابت کرنی چاہتے تھے؟

دُنیا کا سب سے پہلا تفصیلی معاہدہ اور یہودیوں کی بدعہدی :

بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں کے باشندوں سے معاہدے کیے۔ اُن میں وہاں کے مشرکین بھی تھے، یہودی بھی تھے اور اُس میں یہ تھا کہ ہم سب ایک رہیں گے اور اگر ہمیں کوئی نقصان پہنچائے گا تو ہم سب ایک طرف ہوں گے اور ساتھ رہیں گے۔ کوئی حملہ آور ہوگا تو سب مل کر اُس کا توڑ کریں گے، دفاع کریں گے۔ یہ ایک معاہدہ کیا، بڑا طویل معاہدہ ہے اور شاید دُنیا میں اِس سے پہلے اِتنا مفصل معاہدہ کہیں ملتا نہیں جتنا وہ مفصل معاہدہ تھا۔ نہایت عمدہ طریقے سے۔ لیکن دونوں طبقے مشرکین اور یہود، یہ مسلمانوں کے خلاف در پردہ خفیہ طور پر کام کرتے رہے اور نقصان پہنچانے کی کوشش میں برابر لگے رہے۔ اُن سے کہا بھی جاتا رہا، شکایتیں بھی کی جاتی رہیں، جتایا بھی گیا، سب کچھ ہوا، لیکن پھر بھی بُرائی کی طرف برابر لگے رہے۔ کرتے کیا تھے وہ؟ جوش دِلاتے تھے کفارِ مکہ کو اور اُن سے وعدے کرتے تھے کہ تم آؤ گے تو ہم اِن کا ساتھ نہیں دیں گے ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہ نوبت تو کبھی نہیں آئی کہ اُن کا ساتھ دیا ہو مدینے کے یہودیوں نے۔ البتہ صحابہ کرامؓ کا اور رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیا ہو ایسا ضرور ہوا ہے۔ اِتنی ہمت تو نہیں ہوئی کہ کُھل کر اُدھر ساتھ دیں۔ مگر اُن کو اُبھارنا، اُن کو حملے پر آمادہ کرنا، اُن کو خبریں مہیا کرنی، یہ کارروائیاں یہ لوگ کرتے رہتے تھے اور اِن یہودیوں کے دماغ میں یہ تھا کہ ہم بڑی اعلیٰ اور منظّم قوم ہیں [1] اور باقی جو مدینہ منورہ کی اور آبادی تھی مشرک، وہ بھی اِن کے ساتھ ساتھ تھی۔

اقوامِ متحدہ کا مدینہ منورہ پر حملہ اور ناکامی :

تو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایک دفعہ مدینہ منورہ چڑھائی کر کے یہ کفارِ مکہ ابوسفیانؓ کی قیادت میں آئے، وہ اُس وقت مسلمان نہیں تھے۔ تو جب وہ آئے تو بچاؤ کی تدبیر سوچی گئی، خندق کھودی گئی،

---

[1] جیسا کہ آج کل بھی یہودی عیسائی قادیانی آغاخانی اور پرویزیوں کا اپنے بارے میں ایسا ہی خیال ہے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

پھر خدا نے کیا اُن کو شکست ہوگئی۔ شکست اِس معنٰی میں ہوئی کہ اُنہوں نے تو بڑی اچھی تدبیر کی تھی کہ بہت سے قبیلوں سے اُنہوں نے دستے لے لیے تھے (جیسے نیٹو یا اقوامِ متحدہ کی فوجیں) جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں کسی بھی قبیلے کا کوئی آدمی مارا جائے تو وہ قبیلہ تو بس دُشمن بن گیا ہمیشہ کے لیے۔ تو اُنہوں نے اِس ترتیب سے ایک محاذ بنایا اور سب کے ساتھ اِتحاد کیا اور ہر ایک سے اُنہوں نے فوج لی اور وہ حملہ آور ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے کیا کہ لڑائی ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اُدھر خندق درمیان میں آگئی تو دست بدست جنگ جسے کہا جائے وہ ہوئی ہی نہیں۔ تو وہ قبیلوں سے جو لڑائی کرانی چاہتے تھے ابوسفیان، نہایت عمدہ تدبیر تھی وہ ناکام ہوگئی۔ اِن کو جب سترہ اُٹھارہ دن ہوگئے اِسی طرح میدان میں پڑے ہوئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی تو ہر ایک کو گھر یاد آنے لگا، کہا گھر چلیں گھر۔ اور ایسے ہوا کہ آندھی چلی بہت تیز ایسے کہ خیمے اُکھڑ گئے، اور اُن کے کھانے پینے کا سامان سب تلپٹ ہوگیا، دیگیں بھی اُلٹ پلٹ ہوگئیں، تو پھر اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تو بددِلی پیدا ہوگئی اور جب فوج میں لڑنے سے بددِلی ہو جائے پھر کیسے لڑیں گے۔

سیاسی اور فوجی شکست :

تو اَب اُنہوں نے یہ مشورہ کیا کہ چلو اِس وقت چلتے ہیں واپس پھر دیکھیں گے۔ لیکن اِتنے لوگوں کو جمع کر لینا ہر دفعہ یہ بڑا مشکل کام ہے، اِس کے لیے تو پورا زُور لگایا تھا ابوسفیان نے۔ تو پھر کہیں جا کر جمع کرنے پائے تھے اِتنے قبیلوں سے آدمی۔ یہ ہمیشہ جمع ہونے بہت مشکل ہیں۔ اَب یہاں آئے بھی، وہ جمع بھی ہوئے اور بددِل بھی ہوئے، تو بددِل ہونے کے بعد پھر جمع کرنا یہ بہت مشکل کام ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی فتح :

رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا تھا کہ اَلْاٰنَ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا آئندہ تو ہم اِن سے لڑنے جائیں گے یہ ہمارے اُوپر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ یہ خبر دی ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اور اِسی طرح ہوا بھی، ویسے سیاسی طور پر سمجھ میں آتی بھی ہے بات یہ، کہ دوبارہ اُن کو جمع کر کے پھر لانا یہ بہت مشکل کام بن گیا تھا اِس لڑائی کے نہ ہونے کی وجہ سے اور اُن کے بددِل ہونے کی وجہ سے۔ ظاہری چیز یہ ہے، باطنی چیز وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ کو بتلادی کہ یہ اِس قسم کے اِمتحان کی گویا اِنتہا ہوگئی۔

اِقدامی جہاد اور یہودیوں کے خلاف کارروائی :

اَب آئندہ جو ہے وہ جہاد رہے گا تم لوگ جاؤ گے وہ نہیں آسکیں گے حملہ آور، پھر ہوا بھی اِسی طرح۔ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے آئے اور اپنے ہتھیار اُتارے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ہتھیار اُتار رہے ہیں ہم نے تو اَبھی نہیں اُتارے۔ اُدھر چلیں، کہاں چلیں؟ کہ بنوقریظہ کی طرف، یہ یہودی تھے۔ یہودیوں کے قبیلے تھے بنوقریظہ، بنونظیر، بنوقینقاع۔ یہ بڑے قبائل تھے اور اِن کے رشتے داریاں خیبر میں تھیں۔ تو بنوقریظہ کی طرف اِرشاد ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ چلیں تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو فوراً جمع کیا اور ابھی یہ لوگ بیٹھنے نہیں پائے تھے گھروں میں جا کر کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور عصر کی نماز بنوقریظہ میں جا کر پڑھو لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُ ، الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ عصر کی نماز صرف بنوقریظہ ہی میں جا کر پڑھنا، وہ فوراً ہی روانہ ہوگئے بنوقریظہ کی طرف۔ بعض لوگوں کو اِس میں ایسی چیز بھی پیش آئی درمیان میں ایک مسئلہ کے طور پر کہ کچھ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ عصر کا وقت تو تنگ ہوگیا ہے ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دوسرے اُن کے ساتھیوں نے کہا کہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے کہ وہیں جا کر پڑھنا لہٰذا ہم وہیں جا کر پڑھیں گے۔ تو اُنہوں نے وہاں نہیں پڑھی تو جن لوگوں نے اُتر کر پڑھ لی اور جن لوگوں نے وہاں جا کر پڑھی دونوں کے بارے میں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعد میں اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے کسی کو کچھ نہیں فرمایا کہ تم نے لیٹ کیوں کی یا یہ کہ تم بیچ میں اُتر کر کیوں پڑھنے لگے۔

یہودیوں کی شیخیاں :

بہرحال بنوقریظہ جو تھے وہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ مسلمان جو ہیں یہ جس سے لڑائی اِن کی ہو رہی ہے وہ ہیں مکہ کے رہنے والے۔ اُن کو لڑنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ اگر ہم سے لڑائی کی نوبت آئی تو ہم بتائیں گے کہ کیسے لڑائی لڑی جاتی ہے، مزہ چکھائیں گے۔ لیکن خدا کی قدرت کہ جب مسلمانوں کا یہ لشکر گیا تو اُنہوں نے فوراً محاصرہ کرلیا۔ تو اُنہوں نے دروازے بند کردیے اُن کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ لڑیں۔ باتیں اتنی بناتے تھے اور حال یہ تھا اور غداریاں بار بار کرچکے تھے۔

یہودیوں کے نامزد کردہ ثالث نے اِن ہی کے خلاف فیصلہ دیا :

تو اَب اِن یہودیوں نے بات چیت کرنی چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ

ہمارے اور تمہارے درمیان جو اختلافات، جو جھگڑے، جو دھوکے بازیاں اور نقصان پہنچانے کا سلسلہ تمہارا رہا ہے اُس کا اور ہمارا تمہارا فیصلہ کرنے کے لیے ہم اگر کسی کو حَکَم مقرر کر دیں تو کیسا ہے؟ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ کسے کریں؟ اُنہوں نے خود ہی حضرت سعد ابنِ معاذ رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ کیونکہ یہ مدینہ شریف کے رہنے والے تھے اور اِن کے قبیلے کی اور اِن بنو قریظہ کے یہودیوں کی دوستی چلی آ رہی تھی تو دوست قبیلے کے ایک فرد تھے۔ لیکن اُن کے سامنے تھا کہ اِنہوں نے اسلام کو اور مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچایا ہے اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ مُسلسل لگے رہے، وہ تحریری معاہدوں کے باوجود اِنحراف کرتے تھے۔ تو یہ تھے تو دوست قبیلے کے، لیکن غُصّہ اِنہیں بہت تھا اِن چیزوں پر۔ تو اِنہوں نے فیصلہ یہ دیا کہ اِن میں جو لڑ سکنے والے ہیں اُنہیں مار دیا جائے اور یہ اور یہ ایسے ایسے کیا جائے۔ پھر اِسی طرح کیا گیا جو لڑنے والے نوجوان تھے اُن کو نہیں چھوڑا گیا، حضرت سعد ابنِ معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا۔

غزوۂ خندق میں حضرت سعدؓ کا زخمی ہونا پھر دُعا کرنا بعد ازاں شہادت :

اَب حضرتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خندق کی لڑائی کے دِنوں میں وہاں تھے ٹھہرے ہوئے تو کوئی تیر لگا بازو پر، مگر وہ لگ گیا ایسی جگہ جہاں پر شہ رگ ہوتی ہے۔ تو اُس سے خون بہتا رہا۔ زخم بھر بھی گیا، ٹھیک بھی ہو گیا، خون رُک بھی گیا۔ تو اِنہوں نے ایک دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تو جاننے والا ہے اگر یہ کفار آئندہ مدینے پر حملہ کریں تو پھر تو مجھے زندہ رکھ، ورنہ تو یہ زخم اچھا ہے موت کے لیے، اِسی میں میری موت ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ گویا میں رسول اللہ ﷺ کے ایسے موقع پر اگر کام آ سکوں کہ وہ کافر چڑھائی کر کے اِدھر آئیں تو پھر تو واقعی میرا کام کرنا ضروری ہے اور میں اپنے لیے سمجھوں گا کہ وہ میرے فرائض میں سے ہے ورنہ تو تیرے پاس آنا زیادہ بہتر ہے۔ گویا شوق اِلٰی لِقَآءِ اللّٰہِ جو تھا اُس کیفیت میں اِنہوں نے یہ کلمات کہے۔ تو یہ اَبھی زندہ تھے، زخمی تھے، جس فیصلے کے لیے آئے یہ فیصلہ زخمی ہونے کے بعد دیا، پھر اَچانک ایسے ہوا کہ وہ زخم پھر کُھل گیا اور خون بہنے لگا اور کسی کو پتہ ہی نہیں چلا، بس خون زیادہ نکلا ہے اور وفات ہو گئی ہے۔ وہ خیمے والے حضرات جو تھے وہ باہر بیٹھے ہوئے ہوں گے، وہ باہر سے اندر جب گئے ہیں کسی نے دیکھا کہ یہ خون بہہ کر آ رہا ہے۔ ان سے کہا کہ دیکھیں کیا ہے، یہ خون کیسا ہے؟ جا کر دیکھا تو فَاِذَا سَعْدٌ یَغْذُوْا جُرْحُہٗ اُن کا خون جو تھا وہ زخم سے بہہ رہا تھا، اُسی سے اُن کی وفات ہو گئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہودیوں کی بکواس کی اصل وجہ :

اَب جب وفات ہوئی، جنازہ اُٹھا تو جنازے کو وہ کہنے لگے بڑا ہلکا ہے کیونکہ اُن کے ساتھ اتنی بڑی بات ہو چکی تھی۔ اُنھوں نے کوئی نہ کوئی بات تو بنانی ہی تھی اور بنانی بھی ایسی بات تھی جو مشرکین کے مزاج کے مطابق ہو وہ کسی لحاظ سے بھاری کو ترجیح دیتے ہوں گے۔ تو اُنھوں نے یہ بات اُڑائی۔ یہ بات جنابِ رسول اللہ ﷺ کو پہنچی۔

جنازہ ہلکا ہونے کی وجہ :

اور جنازہ واقعی زیادہ ہلکا تھا۔ ان کی بات بالکل بے اصل بھی نہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ فرشتے اُن کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ تو فرشتوں کا کوئی کام کرنا جو ہے یہ بہت نادر ہے، شاذ و نادر ہے، بہت ہی کم ہے ورنہ ملائکہ آتے ضرور ہیں۔ آنے سے فائدہ خاص یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تائید اُس طرف ہو جاتی ہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ انجامِ کار وہی جیتیں گے جدھر ملائکہ (رحمت) آئیں گے اور دِلوں کو ایک طرح کا سکون ہوتا ہے۔ باقی یہ کہ وہ خود لڑیں بھڑیں یا کام کریں ایسا نہیں۔

دُنیا میں ایمان بالغیب ضروری ہے :

اگر ایسے ہونے لگے تو پھر یہ دُنیا جو اللہ نے امتحان گاہ بنائی ہے، یہ امتحان گاہ جب ہی تک ہے کہ جب تک کہ یہاں مشاہدہ نہ ہو۔ ایمان بالغیب رہے، اگر مشاہدہ ہونے لگے تو پھر امتحان گاہ کہاں رہی وہ تو ختم ہو گئی تو ایمان بالغیب مطلوب ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ قرآنِ پاک جب شروع کرتے ہیں تو دوسری تیسری سطر یہ ہے کہ ایمان غیب پر ہے، وہ مطلوب ہے مکلّف لوگوں سے، انسان اور جنات سے اور اِن کے علاوہ جو بھی مخلوق ہے وہ خود خدا کو پہچانتی ہے۔ باقی انسان اور یہ جنات، یہ انہیں نظر نہیں آسکتے، عذابِ قبر کا جنات اِدراک نہیں کر سکتے اور جو وہاں کے ملائکہ ہیں یا اور چیزیں ہیں وہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اُس میں وہ بھی انسان ہی کی طرح ہیں۔ لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جو انسان کو نظر نہیں آتیں اُن کو نظر آجاتی ہیں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کی نورانیت ترقی کرتی ہے تو انسان کو نظر آجاتی ہیں اُنہیں اُس کی خبر بھی نہیں ہوتی سوائے اِس کے کہ وہ بھی مسلمان ہوں اور اُن کی بھی رُوحانی ترقی ہو۔ بہرحال ملائکہ کا آنا یہ الگ بات ہے، اور ملائکہ کا کسی

جنازے کو سہارا دینا یہ الگ چیز ہے۔ یہ اِن کا اعزاز تھا اور اِس کو محسوس سب نے کیا۔ اور اُنہوں نے جو نکتہ چینی کی اُس کی وجہ کیا تھی؟ وہ وہ تھی جو تاریخی ثالثی فیصلہ واقعہ بنو قریظہ کے بارے میں اُنہوں نے کیا تھا اُس ثالثی فیصلے کی وجہ سے اُن کے دلوں میں اُن کی طرف سے برائی بیٹھی ہوئی تھی۔

بھاری جنازہ کو اچھا سمجھنے کی ظاہری وجہ :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ میت کے ساتھ تین جاتے ہیں۔ ایک اَقارب جاتے ہیں، مال بھی جاتا ہے تو مال غالبًا وہ ساتھ رکھ دیتے ہوں گے جنازہ وغیرہ کے تو وہ اور بھاری ہو جاتا ہوگا۔ اور عمل بھی جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ سمجھتے ہوں گے کہ بھاری جنازہ جس کا جتنا ہو وہ اُتنا اچھا ہے۔ اور فرمایا کہ عمل جو ہے وہ وہاں رہ جاتا ہے اُس کے ساتھ اور باقی دو چیزیں واپس آجاتی ہیں۔ مال بھی واپس آگیا، اہل وعیال اور گھر والے بھی واپس آگئے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اِس کے کہ (یہودیوں کے) دوست قبیلے کے تھے لیکن اللہ نے ایمان اور اِنصاف کی دولت سے اُن کو نوازا تھا۔ لہٰذا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اُن کا علاج سوائے اِس کے تھا ہی کوئی نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے وہ فیصلہ دیا جو فرشتہ لایا تھا یا جو اللہ نے فیصلہ پسند فرمایا تھا وہ تم نے دیا بِحُکْمِ الْمَلِكِ یا بِحُکْمِ الْمَلَكِ کیونکہ اُن کا علاج اِس کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

انبیاء اور فرشتوں کی فراست :

اور یہ بات کہ کس کی اصلاح ہو سکتی ہے کس کی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بعض اوقات انبیاء کرام اور ملائکہ (فراست کی وجہ سے) پہچان لیتے ہیں کیونکہ ایسے ہے نا جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا اِن کے جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی فاجر اور کافر تو انہوں نے بددُعا دی لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا اللہ تعالیٰ ایسا کردے کہ کافروں میں سے ایک گھر بھی نہ رہے۔ میں نے بار بار دیکھا کہ اِن کی اولاد، اولاد دَر اولاد بھی اِن جیسی ہے، تو یہ بھی نا قابل اصلاح تھے۔ تو یہودیوں کے بارے میں اِس نتیجے پر پہنچ جانا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑی بات تھی اور نہایت ہی ٹھیک بات تھی بالکل، اِس کے سوا علاج کوئی اُن کا اور تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی رضا اور فضل سے نوازے اور آخرت میں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین............ اختتامی دُعا